میونخ کا "قرآن محل" اور آرتھر جیفری کی سازش

نوٹ: یہ مضمون جدید وقدیم علوم سے آگاہ ایک محقق عالم وفاضل کی تحقیقی نگارشات سے منتخب حقائق پر مشتمل ہے جو ماھنامہ رُشد لاہور جون ۲۰۰۹ کے خصوصی شمارے "قراءات نمبر..... حصہ اوّل" میں شائع ہوا ہے۔ اقتباسات کے درمیان محض ربط رکھنے کے لئے میں نے اپنے الفاظ شامل کئے ہیں۔

انجینئر عبید الحمید فاروقی

ماہنامہ "رُشد" بابت ماہ جون ۲۰۰۹ "اختلاف قراءات قرانیہ اور مستشرقین (آرتھر جیفری کا خصوصی مطالعہ)" کے عنوان سے محترم ڈاکٹر محمد اکرم چودھری صاحب کا مضمون شائع ہوا۔ اصل مقالہ انگریزی زبان میں بعنوان "Orientalism on variant Reading of the Quran: The case of Arthur Jaffery" تحریر ہوا جسے ادارہ علوم اسلامیہ و عربیہ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے پروفیسر محترم علی اصغر سلیمی صاحب نے اُردو زبان میں ترجمہ کر کے عوامی سطح پر قابلِ فہم بنا دیا۔ مقالہ نگار علمی و تحقیقی حلقوں میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں اور سرگودھا یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے اہم منصب پر فائز ہیں۔ آپ نے جس تحقیق و تدقیق اور محنت و عرق ریزی سے ایک مستشرق کے خیالات و افکار کا تجزیہ کیا یقیناً وہ ایک قابلِ ستائش کاوش ہے۔ اس مُستشرق کا مختصر تعارف خود ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالہ میں یوں کروایا:

> "آرتھر جیفری ایک آسٹریلوی نژاد امریکی مستشرق ہے اس نے قرآنِ حکیم کے دیگر مختلف پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کی مختلف قراءتوں پر بھی قابلِ ذکر کام کیا ہے.......................... آرتھر جیفری کے علمی کاموں میں نمایاں ترین کام Materials for the History of the text of the Quran ہے جو ای۔ جے۔ برل (E. J. Brill) نے لیڈن سے ۱۹۳۷ میں جاری کیا۔ یہ ابو بکر عبداللہ بن ابی داؤد سلیمان السجستانیؒ (متوفی ۳۱۶ھ) کی کتاب "**المصاحف**" کے ساتھ پیش کیا گیا جس کو آرتھر جیفری نے مدون کیا"۔ (ماہنامہ رشد جون ۲۰۰۹ صفحہ ۳۹۲ سطور ۱ تا ۶)

آرتھر جیفری (۱۸۹۲- ۱۹۵۹) میلبورن آسٹریلیا میں پیدا ہوا عیسائیوں کے مذہبی فرقے پروٹسٹنٹ سے اس کا تعلق تھا۔ سامی زبانوں (Semetic Languages) کے استاد کی حیثیت سے شروع میں اورنٹیل سٹڈیز قاہرہ سے منسلک ہوا پھر بطورِ استاد کولمبیا یونیورسٹی اور یونین تھیولوجیکل سیمینری نیویارک سٹی سے وابستگی اختیار کی۔ مختلف عنوانات کے تحت قرآن سے متعلق چھ اہم کتب لکھیں۔ ڈاکٹر صاحب کے الفاظ میں ان کی مختصر تفصیل یوں ہے:

> ''آرتھر جیفری نے بائبل کی تعلیمات پر گراں قدر کام کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم کے بارے میں بھی تحقیقی کام جاری رکھا چنانچہ اختلاف قراءات قرآنیہ کے موضوع کے ساتھ ساتھ اس نے قرآنِ حکیم کے دیگر پہلوؤں، مثلاً قرآن میں استعمال ہونے والے غیر عربی الفاظ (Foreign Vocabulary of the Quran) تدوینِ قرآن اور قرآن کے یہودی و عیسائی ماخذ جیسے موضوعات پر بھی خامہ فرسائی کی۔ اس نے چند منتخب سورتوں کے تراجم بھی کئے جس میں اس نے ان سورتوں کی ترتیبِ نَو کو متعارف کرایا تاکہ وہ ''بزعم خود حضرت محمد ﷺ کی فکر میں ارتقاء کو ثابت کر سکے۔'' (ایضاً صفحہ ۳۹۲ - ۳۹۳)

محولہ اقتباسات میں جو حقائق سامنے آئے ہیں ان میں سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ آرتھر جیفری کے قرآن سے متعلق اہم ترین مقالے کی اساس کتاب ''**المصاحف**'' ہے جو ابنِ ابی داؤد کی تصنیف ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ ''**مصاحف**'' (مصحف کی جمع) سے مراد کئی'' نسخہ جات'' جو اس کتاب کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے درمیان پائے جاتے تھے ابن ابی داؤد نے اپنی سند سے حضرت زیدؓ بن ثابت سے نقل کیا کہ رسول ﷺ نے اپنی زندگی میں قرآن جمع و یکجا نہیں کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک قرآن کی بجائے بہت سے مختلف المتون قرآن صحابہ و تابعین میں مروج تھے...... ابن ابی داؤد کا اصل نام ہی داؤد تھا اس لئے کہ جناب سلیمان السجستانیؒ جو سنن ابی داؤد (صحاح ستہ میں سے ایک کتاب) کے مؤلف تھے ان کی کنیت اپنے بیٹے داؤد کی وجہ سے ابوداؤد تھی صرف اپنے والد کی اس کنیت سے قلمی استفادے اور عوام میں اثر انگیزی کے لئے اپنے نام داؤد کی بجائے کنیّت در کنیّت بطور ''**ابنِ ابی داؤد**'' اپنے آپ کو متعارف کروایا تاکہ لوگوں پر اس خاص نسبت سے اپنی ''علمی وثاقت'' سے زیادہ ''پدری دبدبہ'' نمایاں ہو سکے یہ کتاب زیادہ پذیرائی نہ پا سکی اور ناپید ہو گئی مگر اسے آرتھر جیفری نے ڈھونڈ نکالا اور مُدوّن (Edit) کر کے اپنے مقالے کے ساتھ ہی چھپوا دیا۔ ابنِ ابی داؤد نے احادیث کے مجموعوں میں سے صحابہؓ سے منسوب کلمی، حرفی اور حرکی اختلافات (تنوّعات) اکٹھا کر کے ۱۰۰ سے زیادہ صفحات پر مشتمل کتاب ''**المصاحف**'' لوگوں میں متعارف کروانے کی کوشش کی۔ یہ ذہن میں رہے کہ ابن ابی داؤد تیسری

صدی ہجری میں پیدا ہوئے اور چوتھی صدی ہجری (۳۱۶ھ) میں وفات پائی علاقے کی مناسبت سے ایران کے ایک شہر سجستان کی وجہ سے ان کے والد اور خود سجستانی مشہور ہوئے۔ اگرچہ ابن ابی داؤد نے دس صحابہؓ سے منسوب مختلف مصاحف کا ذکر کیا ہے مگر "آرتھر جیفری نے انہی مصاحف کو موجودہ قرآن کے "مقابل نسخہ جات" کے حامل بنا کر پیش کیا ہے"۔ (رشد صفحہ ۴۰۷ سطر ۱۲)

آرتھر جیفری کو معلوم تھا کہ مسلمانوں کے نزدیک قرآن حکیم کا حقیقی مقام و مرتبہ کیا ہے اس کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:

"عیسائیت بائبل کے بغیر زندہ رہ سکتی ہے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام قرآن کے بغیر قطعی طور پر زندہ نہیں رہ سکتا"۔ (رشد جون ۲۰۰۹ صفحہ ۳۹۳ سطر ۸-۹)

لہٰذا اس نے مسلمانوں ہی کی مصنّفہ کتابوں کو بنیاد بنا کر قرآن کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا مگر اس کے لئے ایسی حکمت عملی اختیار کی کہ اپنے پورے تحقیقی پروگرام کو انہی "مسلم سکالرز" کی نگارشات کا رہین منّت قرار دیا یوں اپنے تئیں اس نے "اسلامیان عالم" کے غیظ و غضب سے بچنے کا اہتمام کر لیا۔ ڈاکٹر صاحب نے جیفری کی کاوشوں کا پس منظر ایسے ہی لفظوں میں بیان فرمایا:

"اس نے قراءات کے یہ سارے اختلاف تفسیر، لُغت، ادب اور قراءت کی کتابوں سے جمع کئے اس کام کے لئے ابن ابی داؤد کی کتاب "کتاب المصاحف" اس کا بنیادی ماخذ رہی"۔

(رشد صفحہ ۳۹۳ سطر ۱۳-۱۴)

آپ نے جیفری کی ان مساعی کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا:

"اسلامی علوم کے ورثہ میں سے مختلف قراءتوں کی بنیاد پر ۱۵ بنیادی اور ۱۳ ثانوی نسخہ جات کو پیش کرنے کی کوشش کی اس نے ۱۵ بنیادی نسخہ جات کو حضرات عبد اللہ بن مسعود، اُبی بن کعب، علی ابن ابی طالب، عبد اللہ بن عباس، ابو موسیٰ اشعری، انس بن مالک، حفصہ، عمر بن خطاب، زید بن ثابت، عبد اللہ بن زبیر، ابن عمر، عائشہ، سالم، ام سلمہ، عبید بن عمیر رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانب سے منسوب کیا"۔ (ایضاً صفحہ ۳۹۴ سطر ۱۴ تا ۱۸)

اگلے پیرے میں ثانوی نسخہ جات کی تفصیل ایسے ہے:

"اور بعض ثانوی نسخہ جات کو بھی چند تابعین کی جانب منسوب کیا جن میں سے کچھ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

ابوالاسود علقمہ، سعید بن جبیر، طلحہ، عکرمہ، مجہد (کتابت کی غلطی ہوئی یہ مجاہد ہے)، عطا بن ابی رباح، الا عمش، جعفر صادق، صالح بن کیسان اور الحارث بن صویب رحمہم اللہ"........ (ایضاً صفحہ ۳۹۴ سطر ۱۹ تا ۲۱)

اگرچہ ڈاکٹر صاحب نے صراحت کے ساتھ جیفری کے مذکورہ اصحابِ رسول و تابعین سے منسوب نسخہ جات کے دعوے کا ابطال فرمایا مگر ان حضرات سے منسوب ایک یا چند مقامات پر اختلافات کا ذکر اس پیرائے میں کیا:

"جیفری نے مصحف عثمانی میں موجود قراءات سے کسی ایک مقام پر یا چند مقامات پر اختلاف کی بناء پر مندرجہ بالا اصحاب کو مقابلِ قرآن کا حامل بنایا قطع نظر اس کے کہ اختلاف کرنے والے کو مصحف عثمانی کے نافذ و رائج ہو جانے کے بعد اپنی قراءت پر اصرار رہا یا اس نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا"۔ (ایضاً صفحہ ۳۹۴ سطر ۲۴ تا ۲۷)

ڈاکٹر صاحب کا فرمان حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ کسی کے یہاں اگر ایک مقام یا بعض مقامات پر قراءت کے حوالے سے اختلاف تھا بھی تو خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمانؓ کے دور خلافت میں سرکاری سطح پر شائع ہونے والے قرآن حکیم کے نسخے کے بعد کسی ایک کو اپنی بات پر اصرار نہ رہا یعنی بلا استثناء سب کے سب ایک ہی طرح کی قراءت و تلاوت پر متفق و متحد تھے............ بلکہ ڈاکٹر صاحب نے قطعی غیر مبہم الفاظ میں ارقام فرمایا:

"قرآن حکیم کو بائبل کی طرح کی ایک مقدس کتاب قرار دیتے ہوئے جیفری یہ باور کراتا ہے کہ صحابہؓ کرام نے بھی اچھے مقاصد اور نیک نیتی کے ساتھ متن قرآن میں کچھ تبدیلیاں اور اس کی بہتری کے اقدامات تجویز کر دیئے ہوں گے بد قسمتی سے جیفری اس امر کا اندازہ نہیں کر سکا کہ قرآن حکیم کے متن میں کمی بیشی کرنا اسلامی نقطۂ نظر سے اتنا بھاری جرم ہے کہ کوئی اس کے ارتکاب کا تصور بھی نہیں کر سکتا اگر بفرضِ محال کوئی ایک اس کا ارتکاب کر بھی بیٹھتا تو صحابہؓ کرام کی جلیل القدر جماعت اسے قطعاً برداشت نہ کرتی"۔ (ایضاً صفحہ ۴۰۲ سطر ۲۰ تا ۲۴)

مگر جیفری اپنے زعم میں ان سے منسوب مختلف قراءات کی بنیاد پر قرآن کے مقابل کئی "مصاحف یا نسخے" ثابت کرنے میں بھرپور لگن اور محنت کیساتھ مصروف رہا جس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

"اس امر کا تذکرہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ جیفری نے غیر تصحیح شدہ نسخہ جات سے جن اختلافی قراءتوں کو نقل کیا ہے ان سب کی اسناد غیر مصدقہ ہیں وہ ایسی محکم و متواتر اسناد کے ساتھ کوئی ایسی قابل ذکر اختلافی قراءت بھی نہ لا سکا جس کی سند محکم و متواتر ہو جیسی محکم و متواتر اسناد کے ذریعے ہم تک مصحف عثمانی پہنچا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ بعض

اختلافی قراءتیں جو ہم تک پہنچی ہیں وہ لسانی اعتبار سے بھی ناممکن نظر آتی ہیں اور بعض اختلافی روایات میں ان کی سند ناممکن الوجود اور محال ہے جو زمانی اعتبار سے درست تسلیم نہیں کی جاسکتیں یا وہ روایت کے معروف اصولوں کے مطابق نہیں ہے"۔ (ایضاً صفحہ ۴۰۱ سطر ۲۴ تا ۲۹)

اپنے نزول کے وقت سے جاری موجودہ قرآن کے مقابل کئی "مصحف" سامنے لانے پر جیفری کی سازش سے بھرپور کاوش پر ڈاکٹر صاحب کا یہ تبصرہ ملاحظہ ہو جو میرے نزدیک "قول فیصل" کا درجہ رکھتا ہے:

"جیفری اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ قرآن حکیم میں اختلاف قراءت کی بحث زمانہ ما بعد کے الٰہیات، لسانیات اور صرف و نحو کے ماہرین نے ایجاد کی اور اپنے نام اور کام کو اعتبار بخشنے کیلئے اسے دور اولیٰ کی مقتدر علمی شخصیات کی طرف منسوب کر دیا پھر بھی آخر دم تک قرآن حکیم کی "حقیقی قراءت" کی بحالی کی کوششوں میں مگن رہا۔ دوسری طرف حال ہی میں دو دوسرے مستشرق جان برٹن (John Burton) اور جان وان برو (John Wansbrough) کا یہ نتیجہ بھی چشم کشا ہے کہ صحابہؓ کرام سے منسوب و مقابل مسودات قرآن' ہوں یا بڑے شہروں میں پائے جانے والے دیگر نسخہ جات یا پھر انفرادی طور پر بعض حضرات سے منسوب مختلف قراءتیں سب کی سب بعد کے ماہرین علم الاصول اور ماہرین علم اللسان کی ایجاد ہیں۔ جیفری اس اہم حقیقت کی طرف سے بھی آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ اختلاف قراءت قرآن کے ابتدائی ماخذ ابن ابی داؤد متوفی ۳۱۶ھ' ابن الانباری متوفی ۳۲۸ھ اور ابن الاشطہ متوفی ۳۶۰ھ ہیں۔ ان تمام بزرگوں نے اختلافی قراءتیں چوتھی صدی ہجری میں نقل کیں ان روایات کے رواۃ متصل اور نہ ہی ان کی سند قابل اعتماد ہے"۔ (ایضاً صفحہ ۴۰۴ سطر ۱۵ تا ۲۴)

میرے نزدیک موضوع زیر مطالعہ پر ڈاکٹر صاحب کا تبصرہ یا جائزہ یقیناً بے لاگ ہے اس پر مزید وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی۔ البتہ ایک اہم مگر متنازعہ شخصیت ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ کا ذکر خدا معلوم ان سے کیسے رہ گیا۔ جن کی مصنفہ "تفسیر طبری" اختلاف قراءات سے بھرپور ہے جسے متاخرین نے "**ام التفاسیر**" کے مرتبے پر فائز کرکے اپنے اپنے مسلک کو استحکام و دوام بخشنے کے لئے اعزاز و افتخار کے ساتھ بطور حوالہ پیش کیا۔ ماضی میں جن ماہرین علم اللسان اور صرف و نحو نے اپنے تئیں مختلف یا متنوع قراءات (بقول ڈاکٹر صاحب) ایجاد کی ہیں ان کی بنیاد پر جیفری نے قرآن کی موجودہ قراءت یعنی قراءت عامہ و متواترہ کے مقابل اپنے زعم میں "حقیقی قراءات" والا قرآن لانے کی کوششوں میں اپنی زندگی کھپا دی اور قرآن کی متعدد قراءتوں کے بارے میں مواد اکٹھا کیا جن کی

بنیاد پر اس نے ایک ایسا قرآن ترتیب دینے کی سازش تیار کی جسے ڈاکٹر صاحب نے اس ہوشربا منصوبہ بندی کا مطالعہ کرنے کے بعد طشت ازبام کیا:

"دراصل جیفری قرآن کے تنقیدی نسخے کو اس طرح مرتب کرنا چاہتا تھا کہ ایک صفحے پر کوفی خط میں متن قرآن ہو اس کے سامنے دوسرے صفحے پر تصحیح شدہ حفص روایات ہو اور حواشی (Foot notes) میں قرآن حکیم کی تمام معلوم مختلف قراءتوں کو بیان کر دیا جائے۔ جیفری اپنی اس خواہش کے مطابق مکمل قرآنی نسخہ لانے میں تو کامیاب نہ ہو سکا"۔......(ایضاً صفحہ ۳۹۴ سطر ۱۱ تا ۱۶)

وائے حسرت!! جیفری کا یہ منصوبہ بری طرح ناکام ہو گیا تفصیل بقلم ڈاکٹر صاحب ملاحظہ ہو:

"جیفری نے کئی سالوں تک قرآن حکیم کی متعدد قراءتوں کے بارے میں مواد اکٹھا کیا۔ پھر قرآن حکیم کا تنقیدی نسخہ تیار کرنے کے لئے ۱۹۲۶ میں پروفیسر برجسٹراسر (Bergstrasser) جس نے میونخ میں قرآن محل (Quranic Archive) بنایا ہوا تھا، کے ساتھ اشتراک کیا برجسٹراسر کے جانشین ڈاکٹر اوٹو پریٹزل (Oto Pretzil) کے ساتھ اشتراک عمل جاری رکھا بد قسمتی سے پریٹزل دوسری جنگ عظیم کے دوران سباسٹوپل (Sebastopal) کے باہر ہلاک ہو گیا اور اتحادی فوجوں کی بمباری سے سارا قرآن محل جل کر خاکستر ہو گیا اور عمارت بھی تباہ و برباد ہو گئی اس طرح قرآن حکیم کے تنقیدی ایڈیشن کو روبہ عمل لانے کا عظیم منصوبہ شرمندہ تکمیل نہ ہو سکا اس ناکامی پر جیفری اپنی تکلیف اور ذہنی اذیت ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

اب یہ امر تقریباً ناممکن ہے کہ ہماری نسل قرآنی متن کا حقیقی تنقیدی نسخہ دیکھ سکے"۔

(ایضاً صفحہ ۳۹۴ سطر ۲ تا ۹)

خس کم جہاں پاک .... قارئین محترم! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قرآن حکیم کے ایک بدترین دشمن کی گھناؤنی سازش اور پُر فتن منصوبہ بندی کس المناک انجام سے دوچار ہوئی جس پر اس دشمن قرآن کے اپنے حسرت آمیز جملے ہی اس کے ذہنی کرب کو ظاہر کر رہے ہیں

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ أَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ (النمل:۵۱)

دیکھو ان (سازش کرنے والوں) کی سازش کا کیسا (لرزہ خیز) انجام ہوا کہ ہم نے انہیں ہلاکت (خیز تباہی و بربادی) میں ڈال دیا۔

نزول قرآن سے لے کر جیفری تک کسی منصوبہ کار نے اس قسم کا پلان تیار نہ کیا تھا اس عرصے کی تاریخ گواہ

ہے۔ اگرچہ بعض ماہرین علم اللسان اور نحویوں نے "متنوع قراءات" پیش کرنے کی مساعی کی ہیں مگر وہ درسی کتب تک محدود رہیں۔ "قاریوں" یا "راویوں" میں سے کسی ایک نے بھی قرآن مقدس و محترم کے متن میں تو کُجا حاشیے تک میں تضاد، اختلاف یا تنوّع چھاپ کر علیحدہ سے مصاحف پیش کرنے کی جرأت و جسارت نہ کی جیسی پوری "تاریخ قرآن" میں پہلی بار ایک مستشرق آرتھر جیفری نے کی جس کا بھیانک انجام اور اس کے حسرت و یاس میں لتھڑے جُملوں کی صورت میں اس "دشمن قرآن" کا کرب و اضطراب عیاں ہے........... اگر اسے یہ علم ہوتا کہ اس کی موت کے تھوڑے ہی عرصے بعد خود "مسلمانوں" کا ایک عاقبت نااندیش اور ذہنی طور پر ناآسودہ طبقہ اس کے کام کو اس سے بھی بڑھ کر انجام دینے کے لئے بے قراری کے ساتھ مصروف تگ و تاز ہو جائے گا تو وہ یوں الم انگیز صدماتی و اضطرابی کیفیت سے دو چار ہو کر نہ مرتا آرتھر جیفری تو قرآنِ موجود و متواتر کے متن میں اس قسم کے الحاد و فساد (Corruption) کی جرأت نہ کر سکا مگر ان "دوستوں" نے تو بین الاقوامی سازش میں (شعوری یا لاشعوری طور پر) گرفتار ہو کر قرآن کریم کے متن میں تبدیلیاں لاکر بیس مصاحف چھاپنے کا عزم کر رکھا ہے........... اِن شاءاللہ یہ بھی ناکام و خاسر رہیں گے۔

آخر میں ڈاکٹر **حمید اللہ** مرحوم کا بیان نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو انہوں نے بہاولپور میں قیام کے دوران اپنے ایک لیکچر میں دیا۔ ریڈیو پاکستان بہاولپور کو ان کے لیکچرز کی ریکارڈنگ اور بعد ازاں نشر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ان دنوں راقم الحروف بھی یہاں بطور انجینئر اپنی ذمہ داریاں انجام دے رہا تھا۔ ڈاکٹر محمد اکرم چودھری صاحب نے بھی اسے اپنے مقالے میں نقل کیا ہے کہ ڈاکٹر **حمید اللہ** صاحب کا بیان ہے کہ پریٹزل (میونخ میں قائم کردہ قرآن محل کے بانی برجسٹراسر کا جانشین) جو قرآن محل پر بمباری کے دوران ہی ہلاک ہو گیا تھا‘ نے انہیں اپنے دورہ فرانس کے دوران بتایا کہ:

> "پچھلے چودہ سو سالوں کے دوران مطبوعہ یا غیر مطبوعہ قرآن حکیم کے ۴۲ ہزار نسخوں کو انہوں نے اس لئے جمع کیا تا کہ وہ متن قرآن کے تضادات کو سامنے لا سکیں تمام دستیاب نسخہ جات کو جمع کر کے اُن کا آپس میں موازنہ کرنے کے بعد اس ادارے نے جو ابتدائی رپورٹ جاری کی ڈاکٹر **حمید اللہ** کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:
>
> اگرچہ ابھی تک قرآن حکیم کے مختلف نسخہ جات کو جمع کرنے کا کام جاری ہے تاہم جتنا کام مکمل ہو چکا اس کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان ۴۲ ہزار نسخہ جات میں کتابت کی غلطیاں تو موجود ہیں مگر متن قرآن میں کسی قسم کے تضاد کی نشاندہی نہیں کی جا سکتی"۔ (رشد جون ۲۰۰۹ صفحہ ۴۰۵ - ۴۰۶)

اس اقتباس میں دشمنوں کے زبردست اعتراف سے کیا یہ بات سوفی صد عیاں نہیں ہو جاتی کہ کم از کم ۱۹۳۳ (کیونکہ اسی سال بقول ڈاکٹر حمید اللہ' ان کی پریٹزل سے بالمشافہ ملاقات ہوئی) تک اس قرآن محل کے ارباب تحقیق و جستجو کو پوری سطح ارض سے قرآن حکیم کا کوئی ایسا نسخہ تلاشِ بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہو سکا جس میں کسی قسم کا (حدیثی یا غیر حدیثی قراءت کا) اختلاف، تضاد یا تنوّع موجود ہو..........ورنہ جیفری اور اس قماش کے دوسرے سازشی محقق یقیناً اسے حوالہ بنا کر اسلامیانِ عالم کو چیخ چیخ کر باور کرواتے کہ..........لو......یہ رہا مختلف المتن یا ''متنوع قراءات'' پر مبنی دوسرا قرآن!! اُس وقت دستیاب ہر فورم پر اپنی آواز پہنچانے میں وہ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا..........مگر اس قرآن محل میں جوں ہی جیفری کا تیار کردہ وہ نسخہ جس کے حاشیے میں متضاد یا متنوع قراءات شامل کی گئی تھیں' داخل ہوا تو اتحادی فوجوں کی بمباری کے نتیجے میں عمارت کی تباہی و بربادی کے ساتھ ہی اس کی مرتب و مدون تحقیق آگ کے شعلوں میں راکھ کا ڈھیر ہو گئی۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰآوْلِی الْاَبْصَار

ہمارے محققین، متکلمین، باحثین، مقررین اور مناظرین اب تک ببانگ دہل لکھتے اور کہتے چلے آرہے ہیں کہ سطح ارض پر بائبل کے سینکڑوں نسخے (VERSIONS) موجود ہیں مگر کسی دو میں مطابقت نہیں دکھائی دی جا سکتی۔ ان کی بائبل میں ہزاروں مختلف و متضاد لفظی، حرفی و حرکی قراءات کی موجودگی ہی تو انہیں لرزہ براندام کئے رکھتی ہیں..........مگر ہمارا قرآن (انہ لقران کریم) اپنے متواتر و متفق المتن ہونے کی برکت سے اسلامیان عالم کے درمیان وحدت و مودت کا سبب ہے اگرچہ معنوی تحریف کے باعث ہم مختلف گروہوں میں منقسم ہیں اس خلیج کو پاٹنا قطعاً مشکل نہ ہوگا اگر ہمارے درمیان وہی قرآن کریم جاری و ساری رہے جو اپنے متن کے اعتبار سے واحد و وحید اور یکتا و تنہا ہے جس کی وحدت و عظمت کا اعتراف پریٹزل نے ڈاکٹر حمید اللہ (مرحوم) کے سامنے کیا کہ تمام دنیا سے بیالیس ہزار مخطوط و مطبوع نسخوں میں سے اسے کہیں (لفظی، حرفی یا حرکی) تضاد نہیں مل سکا مسلمان کہلانے والے اللہ واحد و یکتا کے عابد و عُبید اور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے فرد لبیب ہیں تو ہماری اپیل ہے کہ ایسی نامشکور مساعی سے دستکش ہو جائیں اور اللہ کے غیظ و غضب سے مامون ہو جائیں۔

..........اللھم اھدنا الصراط المستقیم..........آمین

Saba'tu Ahruf of Sahih Bukhari by Kashif Ali

صحیح البخاری کی سبعہ احرف

محترم المقام! عزت مآب! فضیلۃ الشیخ! مفتی عبدالحنان صاحب مدظلہ وتعالیٰ

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے آپ ایمان اور صحت کی بہترین حالت میں ہوں گے۔ گزارش ہے کہ میں قرآن فہمی کا شائق اور تحقیق کا طالبعلم ہوں اس حوالہ سے ایک چھوٹی سی لائبریری بھی بنائی ہوئی ہے۔ اپنی اصلاح اور تحقیق کی غرض سے مختلف تحقیقی مضامین اور کتب کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ کچھ عرصہ پہلے کسی دوست کی وساطت سے جامعہ العلوم الاسلامیہ کی طرف سے شائع کردہ" ماہنامہ رشد" کے دو حصے پڑھنے کا موقع ملا۔ میری رائے میں ان دو حصوں میں محض علمی رعب اور دبدبہ جمانے کی غرض سے 1656 صفحات اور 99 مضامین لکھے گئے ہیں

جس میں صحیح البخاری کی سبعہ احرف والی حدیث کو غلط معانی پہنا کر پورے قرآن کے متن کو تبدیل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا ہے

بنظر غائر مطالعہ کے بعد یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کلیۃ القرآن الکریم جامعہ لاہور کے فضلاء میں سے بارہ محقق اساتذہ نے" محنت شاقہ" فرما کر تین سال کے عرصے میں قرآن مجید کی غیر متداولہ قراءات کے 16 مصاحف تیار کر لئے ہیں اور صرف حواشی میں نہیں بلکہ قرآنی متن کی حیثیت سے 16 الگ مصاحف شائع کروانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ ان کا تعلق اہل حدیث مسلک سے ہے یہ مسئلہ اپنی جگہ ایک انتہائی پریشان کن مسئلہ ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے

1) بائبل کی طرح قرآن بھی غیر محفوظ تصور کیا جانے لگے گا

2) امت مسلمہ کے اندر شدید انتشار پھیلنے کا اندیشہ ہے

3) دشمنان اسلام وقرآن کے ہاتھ مضبوط ہونگے

اس سلسلہ میں بندہ عاجز نے بذریعہ تحریر و ٹیلی فون تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء، مفتیان عظام اور اہل علم حضرات سے رابطہ کیا ہے اور انہیں اس سلسلہ میں اپنا کردار ادا کرنے کی درخواست کی ہے۔ الحمدللہ! اس پر بہت سے حضرات جن میں اہل حدیث حضرات بھی شامل ہیں اس پر کام کر رہے ہیں۔ خاص طور پر میری مولانا ارشاد الحق اثری صاحب سے بھی اس سلسلہ میں تفصیلی بات ہوئی ہے انہوں نے ہی مجھے آپ کو خط لکھنے کا کہا جس پر آپ کو یہ خط لکھ کر عرض گزار ہوں کہ آپ بھی اس سلسلہ میں اپنا کردار ادا کریں

اس مسئلہ پر کچھ مفتیان نے مجھے تحریری فتوے بھی ارسال کئے ہیں جن کی فوٹو کاپی ارسال خدمت ہے

آپ کو خط لکھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ آپ انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سلسلہ میں فتویٰ تحریر کریں اور اپنے احباب میں تقسیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی ایک کاپی مجھے بھی ارسال کریں۔ امید واثق ہے کہ آپ میری عرضداشت پر ہمدردانہ غور فرماتے ہوئے عملی قدم اٹھائیں گے

والسلام

کاشف علی

ملتان روڈ بھائی پھیرو پھول نگر تحصیل پتو کی ضلع قصور پوسٹ کوڈ 55260

Ahle Rushad Ka Jawab Aur Saba'tu Ahruf by Sayyed Saleem Shah

سبعہ احرف اور ماہنامہ رشد

ایں چُنیں ارکانِ دین۔۔۔

تحریر: سید سلیم شاہ

ماہنامہ رشد کے مارچ 2010ء کے شمارے (قراءات نمبر 3) میں اس عاجز کی ایک تحریر پر حافظ محمد زبیر صاحب اور عمران اسلم صاحب نے مشترکہ ردِ عمل کا اظہار فرمایا ہے ۔ جس کے لیے ان کا شکریہ ہی ادا کیا جا سکتا ہے۔ تاہم ہمارے اظہار خیال کو حافظ صاحب نے تمسخر، تحقیر اور استہزا پر محمول فرمایا ہے جبکہ عمران اسلم صاحب کا خیال ہے کہ ہم "کافی غصے میں دکھائی دیتے ہیں" ہمارا اب بھی یہی خیال ہے ہم نے صرف اہلِ رشد کی خدمت میں ان ہی کا چہرہ پیش کیا تھا۔

محترم حافظ صاحب کا ارشاد ہے کہ یہ کامیڈی ڈرامہ یا تھیٹر شو کا معاملہ ہوتا تو ہمارے تحقیر و تمسخر پر مبنی تبصرے کا جواب کسی اخباری کالم میں دے کر پطرس بخاری اور ابنِ انشا کی یاد تازہ کر دیتے (ص:۶۲۷) ۔ اس سے ہمیں اندازہ ہوا کہ موصوف ان مشہور ادیبوں کو کیا سمجھتے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ حافظ صاحب نے پطرس اور ابنِ انشا کا صرف نام ہی سنا ہے یا ان کو پڑھا بھی ہے۔ اگر پڑھا ہے تو ان کی صنفِ تحریر کو تحقیر و تمسخر پر مبنی قرار دینا واقعی ایک عجوبہ ہے۔ مزاح نگاری کو تحقیر و تمسخر سمجھنا علم کا ادھورا اور کچا استعمال ہے۔ ہمارے درمیان علم و ادب کے درخشاں ستارے جناب مشتاق احمد یوسفی اور عطاء الحق قاسمی صاحب زندہ موجود ہیں۔ حافظ صاحب محترم ان سے مزاح نگاری اور تحقیر و تمسخر میں فرق بھی معلوم کر سکتے تھے اور بطرس بخاری مرحوم اور ابن انشاء مرحوم کا علمی و ادبی مرتبہ بھی۔ لیکن ادھورے علم کی وجہ سے ان میں تمیز نہ کر سکنے سے حافظ صاحب بھی کسی علمی حادثے سے دوچار ہو سکتے ہیں جس طرح مولانا رومؒ کی بیان کردہ حکایت میں ایک خاتون جو ایک کنیز اور گدھے کی مالکن تھی کنیز کی نقالی کرتے ہوئے ادھورے علم پر عمل کر بیٹھی تھی اور اپنے منطقی انجام کو پہنچی تھی۔ ہمارے عہد کے "شرعی علوم" کے ماہرین خصوصاً جب وہ سن رشد کو نہ پہنچے ہوں، بھلے ان کی تحریریں 'رشد' کی صفحات کی زینت بنتی ہوں، بالعموم فارسی ادب سے شغف نہیں رکھتے۔ صرف امراء القیس کے اشعار سے ہی زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں اور جلوت و خلوت ان کو گنگناتے اور ذہنی تلذذ

حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے عرض ہے کہ حافظ صاحب کسی فارسی دان 'مولوی' سے پوری حکایت سن لیں، اس میں انہی کا بھلا ہے۔ بر سبیل تذکرہ انہوں نے ہمیں 'مولوی' سے ڈرایا بھی ہے کہ وہ تمسخر کا بہترین جواب دینے کے اہل ہوتے ہیں۔ بھئی ہمیں اس بات کا علم ہے اور یقین بھی لیکن وہ ہمیں بھی اپنی برادری کا ہی فرد سمجھیں۔ دیکھیں نا مولانا رومؒ کی حکایت کا حوالہ کوئی مولوی ہی دے سکتا ہے۔ مسٹر تو شاید مولانا روم کو بھی بحیرۂ روم کی طرح کا کوئی دریا یا سمندر سمجھ بیٹھے۔

اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ ہمارے مضمون کے جواب میں حافظ صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے صرف 'بیڑیاں' ماری ہیں۔ (رشد ص ۶۲۸) البتہ وہ تحقیق پیش کرتے ہیں کہ:

"قرآن کی قراءات کا اختلاف تفیر وبیان کا ہے اور قراءات کے جمیع اختلافات روایات حفص میں بھی موجود ہیں۔ ہم جناب سلیم شاہ صاحب یہی سوال کرتے ہیں کہ جادوگروں نے حضرت موسیٰ کو (قالو یاموسی اماان تلقی واماان نکون اول من القیٰ) (طہٰ: ۲۵) کہا تھا یا (قالو یموسی اماان تلقی واماان نکون نحن الملقین) (الاعراف: ۱۱۵) سلیم شاہ صاحب کے قرآن میں یہ دونوں آیات موجود ہیں۔ کیا معاذ اللہ! اللہ کو یاد نہ رہا کہ جادوگروں نے کیا کہا تھا یا محمد ﷺ بھول گئے کہ جبرائیلؑ نے ان تک کیا پہنچایا تھا۔ اسی طرح یہود نے کیا کہا تھا؟ (وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ) (بقرۃ:۸۰) (قالوا لن تمسنا النار الا ایاماً معدودات) (آل عمران:۲۴) اسی طرح جب حضرت موسیٰؑ نے پتھر پر اپنا عصا مارا تھا تو 'فانفجرت' ہوا تھا یا 'فانبجست' اور یہ دونوں الفاظ آپ کے قرآن میں موجود ہیں۔ دیکھیں آیات (فقلنا اضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عیناًقد علم کل اناس مشربھم) (بقرہ: ۶۰) اور (ان اضرب بعصاک الحجر فانبجست منہ اثنتا عشرۃ عیناًقد علم کل اناس مشربھم)
(لاعراف:۱۶۰) اسی طرح حضرت لوطؑ نے اپنی قوم کے کہا تھا: (ولوطا اذ قال لقومہ اتاتون الفحشۃ ما سبقکم بھا من احد من العلمین) (الاعراف: ۸۰) (ولوطا اذ قال لقومہ انکم لتاتون الفحشۃ ما سبقکم بھا من احد من العالمین) (العنکبوت: ۲۸) اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے اپنی دعاؤں میں کہا تھا: (واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا بلداً امناً) (بقرۃ: ۱۲۶) (واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا البلد امناً) (ابرہیم: ۳۵) دونوں آیات میں 'ھذا بلدا' 'ھذا البلد' کا فرق واضح ہے۔ اس قسم کے سینکڑوں اختلافات شاہ صاحب کے قرآن میں بھی موجود ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کہ سلیم شاہ صاحب قرآن میں قراءات کے اس اختلاف کے باوجود بھی اسے اللہ کی کتاب قرار دیتے ہیں۔ کیوں؟ (ص ۶۲۹۔۶۲۸)"

ہماری تردید کی کوششوں میں وہ اپنی ذات کو درست ثابت کرنے کے لیے یہاں تک کہہ گئے کہ " ہو سکتا ہے کہ سلیم شاہ صاحب منطق کی کسی شاخ کا سہارا لے کر قرآن کے ان مقامات کی کوئی تاویل پیش کر دیں

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظی طور پر باہم متعارض و مخالف ہیں" (ص ۶۲۹)

اس طویل اقتباس سے معلوم ہوا کہ درج ذیل آیات میں قراءات کے اختلاف ہیں:

۱)اول من القیٰ (طہ۔۶۵) اور نحن الملقین (الاعراف: ۱۱۵)

۲)ایاماً معدودۃ (البقرۃ: ۸۰)اور ایام معدودات (آل عمران: ۲۴)

۳)فانفجرت (بقرہ: ۶۰)اور فانبجست (الاعراف ۱۶۰)

۴)اتاتون (الاعراف: ۸۰)اور لتاتون (العنکبوت: ۲۸)

۵)ھذا بلداً (بقرہ: ۱۲۶اور ھذا البلد (ابراھیم: ۳۵)

اور یہ اختلاف قراءات شاہ صاحب کے قرآن میں بھی موجود ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظی طور پر ہم باہم متعارض و مخالف ہیں"

بہت بہت شکریہ جناب ہمیں اب پتہ چلا کہ یہ قرآن اللہ کا نہیں بلکہ شاہ صاحب کا قرآن ہے۔ اور اس میں بہت سی آیات باہم متعارض و مخالف ہیں۔ بس' مولوی' کی یہی ادا تو ہمیں مار گئی جس کا جواب دینا پڑرہا ہے ورنہ یہ مثالیں دیکھتے ہوئے ہمیں تو صرف سورہ الفرقان کی آیت ۶۳ کی تلاوت کر دینا چاہیے تھی۔ "رشد" کی ان تینوں جلدوں میں اور اختلاف قراءات کی دیگر کتب میں آج تک کسی صاحب علم نے اختلاف قراءات کی یہ مثالیں نہیں دیں۔ اس کی گواہی رشد ہی کی تینوں جلدیں دے رہی ہیں۔ ہم اسی تیسری جلد میں حافظ محمد مصطفی راسخ کے مضمون سے اس کی وجہ نقل کرتے ہیں:

" مشہور اہلِ علم کے نزدیک رسمِ عثمانی توقیفی ہے اور کتابت مصاحف میں اس کا التزام کرنا فرض و واجب ہے اور اس کے خلاف لکھنا حرام ہے۔ رسم عثمانی کے مجملہ فوائد اور اعجازات میں سے ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس تمام قراءات صحیحہ متواترہ نکل آتی ہیں۔ اگر قرآن مجید کو رسم عثمانی کی بجائے رسم قیاسی کے مطابق لکھا جائے تو رسم عثمانی سے نکلنے والی تمام قراءات صحیحہ متواترہ رسم قیاسی سے

نہیں نکل سکیں گی اور متعدد قراءات صحیحہ متواترہ ساکن ہوجائیں گی۔ کیونکہ کسی بھی قراءات کے صحیح ثابت ہونے کے لیے منجملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ قراءات مصاحف عثمانیہ کے رسم کے موافق ہو۔ رسم عثمانی اپنی توقیفیت کی بنا پر متعدد اسرار و رموز اور حکمتوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

رسم عثمانی کے اعجازات میں سے ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ ایک ہی رسم سے تمام قراءات صحیحہ متواترہ پڑھی جاتی ہیں۔ مثلاً ئے خَدعُونَ، یُخٰدِعُونَ، فَاَزَلَّھُمَا، فَاَزَالَھُمَا اَسْرٰی، اُسٰرٰی (ص ۸۵۳، ۸۵۲) اور اسی طرح کی بہت سی مثالیں دینے کے بعد لکھتے ہیں کہ "مذکورہ مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ رسم عثمانی کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ ایک ہی رسم سے تمام قراءات صحیحہ متواترہ پڑھی جارہی ہیں اور کوئی قراءات صحیحہ ساقط نہیں ہوتی تھیں رسم عثمانی کے اعجاز من حیث القراءات کی چند مثالیں۔ ورنہ پورے قرآن مجید کا رسم، رسم عثمانی پر مشتمل ہے" (ص ۸۵۶)

ان تمام مثالوں میں آپ دیکھیں گے رسم الخط ایک ہی ہے، بس اعراب کا ادھر ادھر فرق ہے۔ آئمہ قراءات کے نزدیک رسم الخط عثمانی لازماً ہوگا مگر ہماری تردید کے شوق میں 'مولوی' حافظ زبیر صاحب نے ایک ہی رسم الخط نہیں بلکہ جدا جدا الفاظ لکھ کر دعوی کردیا کہ "قراءات کے جمیع اختلافات روایت حفص میں موجود ہیں (ص628-629)

اس رویے پر ہم حیران ہیں کہ کیا کہیں سوائے اس کے کہ اپنی طرف سے کوئی تبصرہ کرنے کے بجائے مولوی زبیر صاحب کا ہی جملہ مستعار لیں کہ "ہمارے نزدیک دنیا کا مشکل ترین کام کسی ایسے جاہل کو سمجھانا ہے جسے علم و تحقیق کا شوق چڑھ گیا ہو" (رشد، ص ۶۳۲)

حقیقت یہ ہے کہ حافظ صاحب کی دی گئی مثالیں اختلاف قراءات کی سرے سے ہیں ہی نہیں بلکہ مفسرین کے نزدیک تصریفِ آیات کے ذیل میں آتی ہیں یا ایک ہی مفہوم مختلف اسالیب میں بیان کیا گیا ہے۔

ان اللہ غفور الرحیم اور واللہ غفور الرحیم یا اِنَّہٗ 'غَفُوْرٌ' شَکُوْرٌ' اور اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ' شَکُوْرٌ اور اسی طرح متعدد آیات میں ایک ہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ ان میں اختلاف ہے نہ تضاد ہے نہ یہ اختلاف قراءات کا مسئلہ ہے۔ اس کے بعد حافظ صاحب نے خالص مولویانہ ہتھکنڈا استعمال کیا ہے اور بڑی مہارت سے کیا ہے۔ اس طرح کے عملی نمونے ہم آئے دن دیکھتے رہتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں" ہم سلیم شاہ صاحب کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کی تحقیقات کے کچھ نمونے قارئین کے سامنے پیش کرنا

چاہیں گے"۔ لیکن جو نمونے انہوں نے اپنے قارئین کے سامنے پیش کئے ہیں۔ وہ ہماری تحریر میں اس طرح درج نہیں لیکن جن لوگوں نے اصل تحریر نہ دیکھی ہو وہ تولاماً غلط فہمی بلکہ ہماری "جہالت" پر ایمان لے آئیں گے۔ انہوں نے رشد کے صفحہ ۶۳۲ پر ہماری تحریر اس جملے سے شروع کی ہے۔" ہم قاری (صفدر) صاحب اور حافظ (زبیر) صاحب کی بات مان لیتے ہیں" اور" قراءات کس طرح درست ہو سکتا ہے" پر ختم کی ہے۔ بظاہر یہ پوری تحریر مسلسل نظر آتی ہے مگر ہم نے اس طرح لکھی نہیں ۔حافظ صاحب نے ہماری تحریر میں سے 6 سطریں لکھ کر 5 سطریں غائب کر کے نئے جملے" آپ کی مزید اطلاع کے لیے عرض ہے" سے جوڑ دیتے ہیں اور پوری تحریر لکھ کر یہ تاثر دینا چاہتے کہ سلیم شاہ صاحب دراصل لفظ قرأت کو درست ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں چنانچہ انہوں نے ہماری ادھوری تحریر سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہوئے یوں تبصرہ فرمایا:" طرفہ تماشا یہ ہے کہ جناب سلیم شاہ صاحب نے لفظ 'قرأت' کو درست ثابت کرنے کے لیے اردو اور انگلش ڈکشنریوں کے حوالے دینا شروع کر دے ئے۔ سلیم شاہ صاحب جیسے محقق اگر فارسی پشتو کی کسی ڈکشنری کا بھی حوالہ دے دیتے تو ہمیں حیرت نہ ہوتی (ص ۶۳۳)

اگر یہ صرف حافظ صاحب کے فہم کا قصور ہوتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ سخن فہمی عالم بالا معلوم شد، مگر یہ جان بوجھ کر تحریر میں تحریف کر کے غلط نتیجہ نکالنے کی کوشش ہے۔

چیلنج: کرنا کوئی علمی وطیرہ نہیں اور آج سے قبل ہمارا یہ رویہ تھا بھی نہیں مگر اس کا کیا کیجئے کہ واسطہ آن پڑا ہے ایک 'مولوی' کے ساتھ جو بدقسمتی سے 'غیر مقلد' بھی ہے اور یوں کسی اصول کا پابند بھی نہیں۔ درج ذیل نکات کے جوابات" رشد" میں نہیں آسکے اس لیے ہم چیلنج کرتے ہیں کہ درج ذیل نکات کا جواب پیش کریں۔

۱۔ ہم نے محترم غامدی صاحب پر اہلِ رشد کا اعتراض نقل کیا تھا۔ یہ اعتراض اور عنوان خود اہلِ رشد کا ہی قائم کردہ تھا جو یوں تھا:

" غامدی صاحب کی عربی دانی: غامدی صاحب قراءات متواترہ پر تنقید کا شوق فرما رہے ہیں اور کیفیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میزان میں ص ۲۵۔۳۳ تک 'قرأت' کا لفظ اپنی بحث میں تقریباً 34 دفعہ لے آئے اور ہر دفعہ انہوں نے اس لفظ کو' قرأت" ہی لکھا، گویا انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ لفظ قرأت نہیں بلکہ ' قراءت' ہوتا ہے جس کی جمع 'قراءات ہے"۔ (رشد ح ا، ص ۴۹۶)

ہماری تحریر اس اقتباس سے شروع ہوتی ہے اور جو 5 سطریں حافظ صاحب نے جان بوجھ کر نکال دیں وہ ہم دوبارہ درج کئے دیتے ہیں تاکہ پورا مفہوم سامنے آسکے۔ حذف شدہ سطریں یہ تھیں: " دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ جو آپ لوگوں کے نزدیک منکرِ حدیث تھے، کے مضمون کو نقل کرتے وقت یہ نشاندہی بھی کر دیتے کہ انکی عربی دانی بھی ویسے ہی ہے (جس طرح غامدی صاحب کی ہے) کیونکہ مذکورہ مضمون (رسائل و مسائل حصہ سوم صفحہ 120 تا 133) میں بھی لفظ قراٰت (جمع قرآتین) اسی شکل میں موجود ہے۔ اس کی تفصیل ہم بتا دیتے ہیں۔ یہ لفظ صفحہ 126 پر 5 دفعہ، 127 پر 3 دفعہ، 128 پر 6 دفعہ، 129 پر 7 دفعہ، 130 پر 7 دفعہ، 131 پر 8 دفعہ، 132 پر 10 دفعہ اور صفحہ 133 پر 5 دفعہ یعنی مجموعی طور پر 51 دفعہ آیا ہے جو بہر حال جاوید احمد غامدی صاحب سے 17 مرتبہ زیادہ استعمال ہوا ہے۔ لیکن شاید یہ ذکر کرنا آپ کے لیے مفید مطلب نہ تھا۔"

یہ ساری سطریں غائب کر کے انہوں نے یہ ثابت کیا کہ ہم بھی دراصل یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اصل لفظ قراٰت ہی ہے، حالانکہ اسی سے متصل اگلے جملے میں ہم نے یہ جملہ بھی تحریر کیا تھا جسے حافظ صاحب نے کسی مقصد جلیلہ کے حصول کے لیے پھر حذف کر دیا۔ کہ " ہم آپ کے بیان کردہ لفظ کو غلط نہیں قرار دے رہے بلکہ عرض مدعا یہ ہے کہ دوسرے اہل علم بھی جو لفظ استعمال کرتے رہے ہیں، شاید یہ لفظ اتنا غلط بھی نہ ہو جو کہ دوسروں کی عربی زبان ہی مشکوک ہو کر رہ جائے"۔

اس کا مطلب آپ یہ سمجھے یا زبردستی یہ مفہوم کشید کیا ہے کہ ہمارے نزدیک درست لفظ قراٰت ہے نہ کہ "قراءت"۔ آپ لفظ غلط نہیں کہہ رہے مگر یہ کون سی منطق ہے کہ غامدی صاحب نے صرف ۳۴ دفعہ یہ لفظ استعمال کیا اور وہ عربی میں جاہل ٹھہریں اور مولانا مودودیؒ نے 51 دفعہ یہی لفظ استعمال کر کے آپ کے نزدیک اتنے مستند کس طرح بن گئے؟ عربی زبان میں جاہل ہیں تو دونوں، سہواً غلط لکھ گئے ہیں تو کسی کی عربی دانی مشکوک نہیں ہو سکتی۔ اس کا جواب بہر حال ان کے ذمے ہے۔

۲) ہم نے اپنی تحریر میں کئی اور نکات اٹھائے تھے جن کے جوابات حافظ صاحب اور عمران اسلم صاحب نہیں دیتے۔ وہ درج ذیل ہیں:

۱) ہم نے اپنے مضمون میں ادار یہ نویس کی اختلافِ قراءات کی بے شمار "حکمتیں گنوائی تھیں یعنی کہ سورۃ النساء ۱۲ آیت میں "اخ" اور "اخت" میں ابہام ہے جو دوسری قراءات میں "ولہ اخ او اخت من ام" کہہ کر دور کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح کا ابہام سورۃ المائدہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اس میں "او

تحریر رقبہ" کے الفاظ آئے ہیں لیکن "رقبہ" کی وضاحت موجود نہیں کہ غلام میں کوئی تمیز ہے کہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم یا کسی بھی غلام کو آزاد کیا جا سکتا ہے؟ تو قراءات کا اختلاف ہمیں بتایا ہے کہ اس ضمن میں غلام کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ بنا بریں ہم کہتے ہیں کہ کسی بھی مسئلے کی تفسیر میں ایک قراءات سے معنی اس طرح واضح نہیں ہوتے (رشد ج ۱، ص ۳)

ہمارا سوال اب بھی باقی ہے کہ اگر کسی بھی مسئلے کی تفسیر میں ایک قراءات کافی نہیں تو دو باتیں سمجھادیں۔ اولاً کہ ہر مسئلے میں (بغیر کسی استثنا کے) اختلاف قراءات کیوں نہیں تاکہ ہم غیر مبہم مفہوم اخذ کر سکیں؟ ثانیاً اللہ میاں نے مبہم قراءات نازل ہی کیوں فرمائیں؟ ان کے بجائے غیر مبہم والی قراءات ہی کیوں نہ نازل فرمادیں؟

۲) ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی صاحب نے نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں مکمل قرآن جو لکھوایا تھا اس کی ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ "مابعد ادوار میں قرآن یا اس کے لفظوں کے حوالے سے کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو کوئی ایسا معیار موجود ہو جو اختلافات کی صورت میں بطور معیار موجود ہو" (رشد ح ۲، ص ۸۳۳) لیکن اگلے ہی صفحے پر حضرت عثمان کے جمع کردہ قرآن کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ حضرت عثمان کے زمانے میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی کی وجہ سے تغیری کلمات کا اختلاف بھی زوروں پر تھا۔" (رشد ح ۲، ص ۸۳۴)

ہمارا سوال اس وقت بھی تھا اور اب بھی ہے کہ وہ قرآن جو اختلافات کی صورت میں بطور معیار کام آنے والا تھا اور جسے خود نبی ﷺ نے لکھوایا تھا وہ حضرت عثمانؓ کے عہد تک پہنچتے پہنچتے غیر مصدقہ ہو گیا تھا یا عدم موجود؟ اس کا سیدھا اور دوٹوک جواب دینے کے بجائے عمران اسلم صاحب نے اسے بھی ہمارا قصور گردانا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: سید صاحب نے یہاں دو جملوں "ایسا معیار موجود ہے جو اختلاف کی صورت میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی" کو نشانے پر رکھتے ہوئے اس میں کجی کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ قارئین کرام اگر جمع قرآنی کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ اور مابعد ادوار کی تمام کیفیات پیش نظر رہیں تو اس قسم کے خیالات کا ابطال کرنے میں دیر نہیں لگے گی "۔(رشد ح ۳، ص ۶۵۴)

ہم نے اپنے مضمون میں صاف طور پر لکھ دیا تھا کہ چنداں پریشانی کی ضرورت اس لیے نہیں کہ غلط اور خلاف حقیقت موقف پر ہٹ دھرمی اور اصرار سے ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ غالباً اسی لیے اس کا کوئی دوٹوک جواب دینا مناسب نہیں سمجھا گیا۔

۳) ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ حافظ زبیر صاحب نے محمد ابراہیم میر محمدی کے مضمون کا ترجمہ کیا ہے جس میں لکھا گیا کہ "گولڈزیہر اور نولڈکے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن اور قراءات الگ الگ ہیں" نیز یہ کہ اسی قسم کا قول متجدد دین میں سے ایک ایسے شخص کا بھی ہے جو اپنے آپ کو فکرِ اصلاحی کا نمائندہ تصور کرتا ہے۔ پس فکر اصلاحی کے نمائندے کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن اور قراءات دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی دلیل ان کے پاس موجود نہیں۔ (رشد ح۱، ص ۴۳۳، ۴۳۴)

اسی مسئلے میں حافظ حمزہ مدنی صاحب اسی جلد (ص 248) میں فرماتے ہیں کہ "قرآن" اور قراءات میں فرق ہے۔ قرآن کہتے ہیں ان الفاظ کو جو منزل من اللہ ہے اور قراءات اسی قرآن کی خبر کو کہتے ہیں۔ ان کی تائید میں "رشد" ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کو بھی لے آتا ہے جن کا ارشاد ہے۔ "قرآن اور چیز ہے اور قراءات اور چیز ہے۔ قرآن تو اس چیز کا نام ہے جو مصاحف کے اندار ثبت ہے اور رسول ﷺ پر نازل کیا گیا اور تواتر سے نقل ہوتا چلا آیا ہے۔ جبکہ قراءات زبان سے اس کی ادائیگی کا نام ہے۔ قرآن ایک ہے اور قراءات متعدد ہیں" (رشد ح۱، ص۱۳۹)

ہمارا سوال اب بھی برقرار ہے جس کا جواب ہمارے ناقدین نے نہیں دیا کہ قرآن اور قراءات کو اگر جاوید غامدی صاحب علیحدہ علیحدہ چیزیں قرار دیں تو یہ دعویٰ بلا دلیل ٹھہرے اور وہ متجدد کہلائیں۔ لیکن یہی دعویٰ حافظ حمزہ مدنی صاحب اور ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کریں تو ہم انہیں کن الفاظ سے یاد کریں، حافظ زبیر اور عمران اسلم صاحب یہ الجھن حل کر دیں مہربانی ہو گی۔ تاہم ان کی خاموشی ہماری سمجھ میں آتی ہے۔

۴۔ عمران اسلم صاحب نے بہت سے ورق سیاہ کر دیے ئے، کافی محنت کی کہ "رشد" کے تضادات کو دور ہو سکیں لیکن وائے افسوس! ذرا ملاحظہ فرمائیں:

ہمارا پہلا عنوان یہ تھا کہ سبعہ احرف نے سہولت کس کے لیے فراہم کی گئی ہے؟

صرف اہلِ عرب کے لیے یا پوری امت کے لیے؟ یہ تضاد عمران اسلم صاحب نے یوں دور کرنے کی کوشش کی ہے "طوالت سے بچتے ہوئے ہم ان تمام عبارتوں کو نقل کرنے کے بجائے صرف اس قدر وضاحت کرتے چلیں کہ سبعہ احرف پر نزول قرآن کی حکمت پوری امت کے لیے آسانی اور سہولت کے طور پر تھی لیکن اس کی وجہ وہ مشقت بنی جو اہلِ عرب کو بعض الفاظ بولنے میں درپیش تھے۔ اب اصلاً مشقت تو اہلِ عرب کی دور ہوئی لیکن سہولت قیامت تک کے تمام لوگوں کو فراہم ہو گئی (رشد ح۳، ص ۶۴۶) ماشاء اللہ چشم بد دور مگر تضاد کس طرح دور ہو گیا!

عمران اسلم صاحب کو تو ہم کیا سمجھا پائیں گے، قارئین کرام نوٹ کریں کہ حافظ حمزہ مدنی صاحب کا دعویٰ کیا ہے؟ ان کا ارشاد تھا: " الغرض عربی زبان ہی کے حوالے سے لوگوں میں یہ مشکل پیدا ہوئی تھی اور یہ مشکل تاقیامت اہلِ عرب کے لیے ہی باقی ہے۔ اب میرے اور آپ جیسے لوگوں کے لیے عربی کا کوئی بھی لہجہ ہو تو وہ ہم نے غیر فطری طور پر ہی سیکھنا ہے چنانچہ ہمارے لیے تو کوئی بھی لہجہ مشکل یا آسان نہیں ہے، بلکہ تمام لہجے برابر ہیں" (رشد ح۱، ص ۲۴۶)

حمزہ مدنی صاحب فرما رہے ہیں کہ سبعہ احرف نے جو مشکل دور کی تھی وہ عربی ہی زبان کے حوالے سے تھی اور یہ مشکل تاقیامت اہلِ عرب کے لیے ہی باقی ہے"۔ " تاقیامت اہلِ عرب کے لیے ہی باقی ہے" کے جملے کو دس بارہ دفعہ دہرائیں تو شاید عمران اسلم صاحب سمجھ پائیں کہ ان کے ارشاد " سہولت قیامت تک کے تمام لوگوں کو فراہم ہو گئی" میں اور حمزہ مدنی صاحب کے ارشاد میں کوئی تضاد ہے یا نہیں۔

ہم یہ دونوں جملے اکٹھے لکھیں گے تا کہ کوئی موٹی دماغ والا آدمی بھی ان کے فرق کو سمجھ سکے۔ (الا ماشاء اللہ)

یہ سہولت:

۱) " تاقیامت **اہلِ عرب کے لیے ہی** باقی ہے" (حمزہ مدنی صاحب)

۲) " قیامت تک کے **تمام لوگوں** کو فراہم ہو گی" (عمران اسلم صاحب)

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ پہلے جملے میں " اہلِ عرب کے لیے ہی" اور دوسرے جملے میں " تمام لوگوں" کے الفاظ پر خصوصی توجہ دیں ہم نے اپنی طرف سے عمران اسلم کی سہولت کے لیے " اہلِ

عرب ہی" اور" تمام لوگوں" کے فانٹ ذرا بڑا کر تو دیئے ہیں لیکن کسی کے دماغ کے اندر گھسانا ہمارے بس کی بات نہیں۔ گھس بھی جائیں لیکن کوئی پھر بھی یہی رٹ لگائے کہ ان میں کوئی فرق نہیں بلکہ ایک جملہ دوسرے کی تفسیر کر رہا ہے تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں سوائے اس کے کہ

تو خوب سمجھتا ہے نگاہوں کی زبان کو
کہنے کو بہت کچھ ہے مگر کچھ نہ کہیں گے

ضمناً حافظ زبیر صاحب کے طبع نازک پر اگر گراں نہ گزرے تو ان کی خدمت میں عرض کر دوں کہ ابن انشاء ہی یہاں آپ سے مخاطب ہیں جن کی نگارشات کو آپ تمسخر اور تحقیر پر محمول کرتے ہیں!

۵۔ سبعہ احرف کا مفہوم: ہم نے رشد کے قلم کاروں کے چند اقتباسات سامنے لائے تو عمران اسلم صاحب کا خیال ہے کہ ہم نے ان میں قطع و برید کی ہے ورنہ یہ مفہوم تو حل ہو چکا تھا۔ آپ فرماتے ہیں: " سید سلیم شاہ صاحب کی عبارتوں میں قطع برید ملاحظہ کیجئے کہ عبد القاری تو سبعہ احرف کے مفہوم کی شافی وضاحت کے لیے علمائے و محققین کی جانب رجوع کا درس دیں اور سید صاحب بھرپور ملمع سازی اور فریب کاری کے ذریعے ان کی پوری عبارت نقل کرنے کے بجائے ایک جملہ ذکر کر کے نعرہ بلند کر دیں کہ اس چیستاں کا کوئی مفہوم دریافت ہی نہیں ہو سکا" (رشد ح۳، ص ۶۴۸)

قارئین کرام خود یہ اقتباس پڑھ کر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ عبد القاری صاحب کی پوری تحریر خود عمران اسلم صاحب نے لکھ دی ہے، اس میں وہ خود دیکھ سکتے ہیں وہ کس بے بسی کا اظہار کر رہے ہیں۔ بجا کہ انہوں نے اس سعی لاحاصل کے لیے محققین کی طرف رجوع کا مشورہ دیا ہے مگر اپنی بے بسی کا اظہار تو سامنے کی بات ہے۔

اس مسئلے کے حل کے لیے رشد ح ا میں اداریہ نویس نے جو کاوشیں کی تھیں ان کا ہم نے خصوصی ذکر کیا تھا۔ اس ضمن میں ہم نے حافظ عبد الرحمٰن مدنی صاحب کا بھی ارشاد نقل کیا تھا کہ ''یہ اختلافات دراصل لب و لہجہ کا فرق ہوتا ہے جو اردو میں بھی مثلاً ناپ تول و ماپ تول، خسرو سسر، انگریزی کا لفظ شیڈول اور سکیجوئل" ۔ اس پر ہمارا جو تبصرہ تھا اسے دونوں حضرات نے بالکل گول کر دیا۔ ہم چاہیں گے اس بارے میں بھی اگر عالمانہ ممکن نہ ہو تو مولویانہ ہی جواب دے دیں۔

چیلنج کے عنوان کے تحت ان 5 نکات پر دونوں حضرات نے یا تو خاموشی اختیار کی یا تحریف کر کے جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ ان مضامین کا خود تقابلی جائزہ لے کر کوئی نتیجہ نکالیں۔

عمران اسلم صاحب نے اپنا مضمون ان جملوں پر ختم کیا ہے:

"اخیر میں سید صاحب سے ہم یہی عرض کریں گے کہ جناب حدیث سبعہ احرف کے مفہوم سے متعلق بحث معرکتہ الاراء مسائل میں سے ہے جس کی تشریح و تعبیر میں اہل قلم کے متعدد اقوال موجود ہیں" (ص ۶۵۵)

ہم بھی درج بالا 5 نکات کے علاوہ ان سے چند سوالات پوچھ کر اپنی گزارشات ختم کر دیں گے۔

۱) پہلی گزارش تو یہ ہے کہ پورا قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے۔

اب اس قرآن مجید میں چھ ساڑھے چھ ہزار کے لگ بھگ آیات موجود ہیں۔ ان میں سے کوئی چار پانچ آیات مسلسل سات حروف پر بتا دیں تا کہ ہم کوئی ٹھوس نتیجہ نکال سکیں۔

۲) رشد کی پہلی جلد کے صفحہ ۶۷۸ پر کلیہ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے عنوان کے تحت ہمیں بتایا گیا تھا کہ:

" کلیہ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ نے جہاں خدمت قرآن کے بہت سے سلسلے شروع کر رکھے، وہاں جمع کتابی کے سلسلہ میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا اور اس میں وہ کام کیا ہے جو کہ تاریخ اسلام میں اپنی نوعیت اور جامعیت کے اعتبار سے یگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ وہ یہ کہ قراءات قرآنیہ عشرہ متواترہ، جو کہ کلیات اور مدارس میں صدیوں سے پڑھائی جاتی رہی ہیں اور جیسا کہ ہم نے پہلے کہا کہ قوائد و ضوابط اور پڑھنے کے انداز تو کتبِ قراءات میں موجود ہیں، لیکن باقاعدہ مصاحف کی شکل میں موجود نہیں ہیں، کلیہ القرآن الکریم، جامعہ لاہور کے فضلاء میں سے تقریباً بارہ محقق اساتذہ نے محنت شاقہ فرما کر تین سال کے عرصہ میں وہ تمام غیر متداولہ قراءات میں سولہ مصاحف تیار کر لیے ہیں اور جیسا کہ راقم نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ کام اپنی نوعیت اور جامعیت کے حوالے سے تاریخ اسلامی کا پہلا کام ہے۔"

اس اقتباس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ غیر متداولہ قراءات میں سولہ قرآن تیار کر لیے گئے ہیں اور یہ کام پہلا کام ہے جو تاریخ اسلامی میں ظہور پذیر ہوا۔

حضور صرف یہ سمجھا دیں کہ رشد ج ۳، کے صفحہ ۶۳۰ پر حافظ عبد الرحمٰن مدنی صاحب کو مولانا تقی عثمانی صاحب کے خط کے جواب میں یہ جھوٹ بولنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟ کہ " میں اپنے ادارہ کی طرف سے آپ کو یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں مختلف قراءتوں میں قرآن شائع کرنے کا ہمارا کوئی پروگرام نہیں ہے" ۔

ناراض ہونے کی بات نہیں۔ اِدھر اُدھر مارنے کے بجائے سیدھی طرح میرے اٹھائے ہوئے سوالات کے متعین جوابات دے دیں۔ رشد نہ ہوتا کوئی اور ہوتا تب بھی اس سے یہی گذارش کرتے۔

تم ناحق ناراض ہوئے ہو ، ورنہ میخانے کا پتہ
ہم نے ہر اس شخص سے پوچھا جس کے نین نشیلے تھے

Ahle Rushad Ka Jawab Aur Saba'tu Ahruf by Sayyed Saleem Shah

Compiled by: Rana Ammar Mazhar